رسائل و مسائل!

حلفِ وفاداری

مغربی پنجاب کی حکومت نے اپنے قواعد ملازمت میں جو تازہ ترمیم کی ہے اس کی رُو سے ہر سرکاری ملازم کو خواہ وہ پہلے سے ملازم ہو یا اب ملازمت میں داخل ہو حسب ذیل حلف اٹھانا پڑے گا:-

"میں خوب سوچ سمجھ کر یہ قسم کھاتا ہوں (یا اقرار کرتا ہوں) کہ میں پاکستان کے دستور حکومت کا جیسا کہ وہ از روئے قانون قائم ہے سچے دل سے وفادار اور مخلص ہوں اور یہ کہ میں اپنی قابلیت علم اور رسائی کے مطابق زیادہ سے زیادہ اخلاص و دیانت کے ساتھ اپنے منصب کے فرائض انجام دوں گا۔"

اس حلف کے پہلے جزء سے سرکاری ملازموں کا ایک کثیر طبقہ غیر مطمئن ہے اور انہیں یہ شبہ ہے کہ آیا ایک مسلمان ایمانداری کے ساتھ موجودہ غیر اسلامی دستور کی وفاداری کا حلف اٹھا سکتا ہے؟ براہِ کرم اس معاملہ میں ہماری رہنمائی فرمائیے۔

اس مضمون کے سوالات متعدد جگہوں سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ انفرادی طور پر ہر ایک کو الگ جواب دینا مشکل ہے۔ لہٰذا ان صفحات میں سب کو ایک جامع جواب دیا جاتا ہے۔

یہ فیصلہ کرنا کہ کوئی سرکاری ملازم یا ملازمت کا اُمیدوار یہ حلف لے یا نہ لے ہمارا کام نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ تو ہر اس شخص کو خود ہی کرنا چاہئے جس کے سامنے یہ سوال فیصلہ طلب ہو اور اپنے ضمیر سے پوچھے کہ آیا اس حلف نامے کے ساتھ اسے ملازمت قبول ہے یا نہیں۔ ہم اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو وہ صرف موجودہ دستور اور اُس کے حلفِ وفاداری کی اصولی حیثیت واضح کرنے کی حد تک ہی ممکن ہے۔

موجودہ دستور کے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ پر مبنی ہے۔ اصولاً یہ ایک بے دین

حکومت کا دستور ہے جس میں نہ خدا کی حاکمیت تسلیم کی گئی ہے اور نہ رسول کی لائی ہوئی شریعت کو ماخذ قانون مانا گیا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان کہتے ہی اس شخص کو ہیں جو کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے خدا کی حاکمیت تسلیم کر چکا ہو اور شریعت محمدی کو اپنے لئے قانون کا واحد ماخذ مان چکا ہو۔ اب ہر صاحب عقل آدمی خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ ایک انسان بیک وقت ان دو متضاد چیزوں کا سچے دل سے قائل کیسے ہو سکتا ہے اگر وہ اس بے دین دستور کو برحق مانتا ہے تو کلمۂ توحید و رسالت کی تردید لازم آتی ہے، اور اگر وہ کلمۂ توحید و رسالت کو حق سمجھتا ہے تو ممکن نہیں ہے کہ اس کے ساتھ وہ اس دستور کو بھی حق سمجھے جو قطعی طور پر اس کلمہ کی ضد ہے پھر آخر یہ بات کس طرح معقول ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان بیک وقت سچا مسلمان بھی ہو اور سچے دل سے اس بے دین دستور کا مخلص و وفادار بھی۔ وہ اس بات کا حلف تو ضرور لے سکتا ہے کہ جس حکومت سے وہ تنخواہ لیتا ہے اس کے عاید کردہ فرائض کو دیانت اور فرض شناسی سے انجام دیگا، اور اس بات کا حلف بھی لے سکتا ہے (بلکہ اسے لینا چاہیے) کہ وہ پاکستان کا سچے دل سے خیر خواہ ہوگا لیکن ریاست کے دستور کی وفاداری کا حلف وہ اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک کہ خود ریاست خدا کی وفاداری اور اس کے رسول کی اطاعت کا حلف نہ لے لے۔ اس کے بغیر جو حلف ایک غیر اسلامی بلکہ خلاف اسلام دستور کی وفاداری کا لیا جائے گا وہ صریح طور پر اس بنیادی حلف سے متصادم ہوگا جو ایک مسلمان نے پہلے ہی کلمۂ توحید و رسالت پڑھ کر لے رکھا ہے۔

ہمارے نزدیک جن لوگوں نے حکومت کو اس مرحلے پر اپنے ملازموں سے یہ حلف لینے کا مشورہ دیا ہے انہوں نے حکومت کی خیر خواہی نہیں کی ہے۔ اس وقت ملک کا آئندہ دستور زیر تجویز ہے۔ سابق دستور جس پر سر دست حکومت کا نظام چل رہا ہے محض ایک عارضی چیز ہے جس کے حق میں زیادہ سے زیادہ بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے بضرورت محض اس وقت تک برقرار رکھا گیا ہے جب تک نیا دستور نہ بن جائے۔ اس عارضی دستور سے کوئی شخص بھی مطمئن نہیں ہے، اور دستور ساز اسمبلی کا قیام خود ہی یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس دستور کو بدلنے کی ضرورت سب کو تسلیم ہے پھر آخر وہ کون عقلمند تھا جس نے حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس عبوری دور میں اپنے ملازموں سے ایک ایسے دستور کی وفاداری کا حلف طلب کرے جسے کوئی بھی برحق

نہیں مانتا اور جسے صرف اس لئے قائم رکھا گیا ہے کہ نیا دستور بننے تک نظام حکومت کا ڈھانچہ حسبِ سابق برقرار رہے۔ حکومت کے ملازمین بہرحال ایک مشین کے بے جان پرزے نہیں ہیں۔ وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں، ضمیر اور شعور رکھتے ہیں، عقل اور رائے رکھتے ہیں۔ سابق نظام کو بدلنے کی ضرورت کا جو احساس ان کی ساری قوم میں عام طور پر پایا جاتا ہے اس میں وہ بھی شریک ہیں۔ آپ ان سے یہ ہرگز توقع نہیں کر سکتے کہ ضابطۂ ملازمت میں آپ جو چیز بھی رکھ دینگے اُس کے مطابق ان کا ضمیر یکلخت ڈھل جائیگا۔ ان کے ضمیر کا سرچشمہ آپ کا ضابطۂ ملازمت نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے حسیات ہی ہیں۔ آپ جائز طور پر اُن سے صرف اُسی چیز کا حلف لے سکتے ہیں جو درحقیقت اُن کے اپنے ضمیر کے مطابق ہو۔ ان کے عام حسیات کو نظرانداز کر کے اگر کوئی حلف نامہ آپ تصنیف کر لیں گے تو وہ ان کے اندر مصنوعی طور پر ایک نیا ضمیر پیدا نہیں کر دیگا، بلکہ ایسے حلف نامے کو شرطِ ملازمت قرار دینے کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ ملازمین کی ایک کثیر تعداد محض روٹی کی خاطر "تقیہ" کے ساتھ یہ حلف لیگی درآنحالیکہ یہ اُن کے ضمیر کی آواز نہ ہوگی، اور ایک بہت قلیل تعداد سچے دل سے اس پر دستخط کریگی کیونکہ اس کے اپنے نظریات بھی وہی کچھ ہیں جن پر موجودہ بے دین دستور مبنی ہے، اور ایک دوسری قلیل تعداد اپنے ضمیر کے خلاف حلف لینے کی بہ نسبت ملازمت چھوڑ دینا زیادہ پسند کریگی حالانکہ وہی اس حکومت کے سب سے زیادہ قابلِ قدر اور قابلِ اعتماد ملازم ہیں۔

کیا اس غیر دانشمندانہ طریقِ عمل کے بجائے زیادہ بہتر یہ نہ تھا کہ اس موقع پر سرکاری ملازموں سے صرف دو چیزوں کا حلف لیا جاتا، ایک یہ کہ وہ پاکستان کے سچے وفادار و خیرخواہ رہیں گے، دوسرے یہ کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی کو دیانت اور فرض شناسی کے ساتھ انجام دینگے؟ اس مضمون کا حلف اگر لیا جاتا تو وہ ہر مسلمان کے ضمیر کے مطابق ہوتا، اور جن خرابیوں کی اصلاح کیلئے اس وقت حلف لینے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے اُن کیلئے بھی یہ بالکل کافی ہوتا۔

جنگِ کشمیر

پچھلے دنوں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ آپ نے پشاور میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ کشمیر میں جو جنگ ہو رہی ہے یہ جہاد نہیں ہے اور یہ کہ جب تک حکومت پاکستان باقاعدہ جہاد کا اعلان نہ کرے اس وقت تک یہ جنگ جہاد کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ پھر قیم جماعت کی طرف سے اس کی جو تردید شائع ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ

آپ نے اپنی تقریر میں کشمیر کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا بلکہ کسی صحبت میں ایک کشمیری بزرگ کے استفسار پر آپ نے کہا تھا کہ اہل کشمیر اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کیلئے جو جنگ کر رہے ہیں وہ بجائے خود تو جہاد کے حکم میں ہے، مگر پاکستان کے باشندوں کے لئے اس میں حصہ لینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک ان کی گورنمنٹ حکومت اور حکومت ہند کے درمیان معاہدانہ تعلقات قائم ہیں۔ اس تردید سے کسی حد تک آپ کی پوزیشن واضح تو ہو گئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس سے میری اور مجھ جیسے بہت سے لوگوں کی تسلی نہیں ہوئی۔ اوّل تو حکومت پاکستان نے حکومت ہند سے کشمیر کے معاملہ میں کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ہندوستان کیساتھ کشمیر کے الحاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر چکی ہے اور یو این او میں اسی مسئلے پر دونوں حکومتوں کی نزاع چل رہی ہے۔ پھر جب کہ حکومت ہند نے حکومت پاکستان کے ساتھ اپنے معاہدانہ تعلقات کا کوئی احترام نہیں کیا اور ان تعلقات کے باوجود وہ جونا گڑھ میں کھلم کھلا معاندانہ اقدام کر چکی ہے تو ہم کیوں ان تعلقات کا احترام ملحوظ رکھیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایک ملک کے باشندے سرحد پار کی کسی جنگ میں ایک فریق سے ہمدردی رکھتے ہوں اور بطور خود اس کی مدد کیلئے جائیں تو یہ معاہدانہ تعلقات کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ خود حکومت پاکستان اس کی ذمہ داری سے اپنی براءت کا اظہار کر چکی ہے۔ بین الاقوامی قانون کی رو سے بھی یہ بالکل جائز ہے کہ ایک ملک کے باشندے کسی ایسی طاقت کیخلاف لڑنے کیلئے بطور خود رضا کار بن کر جائیں جو ان کے نزدیک ظالم ہو، چاہے دونوں فریقوں سے یا کسی ایک فریق سے ان کے ملک کی حکومت کا معاہدۂ دوستی قائم ہو۔ ان وجوہ سے ہمیں آپ کی رائے درست نہیں معلوم ہوتی۔ اور ہمیں اس بات پر بھی حیرت ہے کہ اس موقع پر آپ نے ایک ایسے مسئلہ پر جس کے متعلق مسلمانوں کے جذبات بہت نازک ہیں، اظہار رائے کیوں کیا۔ آپ اس وقت پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں جس میں مسلمانوں کی عام رائے تیزی کے ساتھ آپ کے موافق ہو رہی ہے۔ اس موقع پر آپ کا ایسے خیالات ظاہر کرنا جو مسلمانوں کو کبھی پسند نہیں آ سکتے، آپ کے مقصد کیلئے نقصان دہ ہے"۔

آپ نے جس بات کا سب سے آخر میں ذکر کیا ہے، میں سب سے پہلے اسی کے متعلق اپنا مسلک صاف صاف واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آئندہ کبھی آپ یا آپ کی طرح سوچنے والے دوسرے لوگ

مجھ سے کسی قسم کی غلط توقعات وابستہ نہ کریں۔ میرے لئے کسی مسئلے پر رائے قائم کرنے اور ظاہر کرنے میں یہ سوال سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ لوگوں کے جذبات اس معاملہ میں کیا ہیں اور لوگ کس چیز کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں۔ میرے سامنے اصلی سوال صرف یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں خدا اور رسول کی ہدایت کیا ہے اور خدا کو کیا چیز پسند اور کیا چیز ناپسند ہے۔ پھر جب مجھے تحقیق سے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق فلاں طرز عمل صحیح ہے اور اسی میں خدا کی خوشنودی ہے تو میں خود اس کو اختیار کرتا ہوں اور دوسروں کو اس کی پیروی کا مشورہ دیتا ہوں۔ اس تحقیق سے اگر کوئی چیز مجھے ہٹا سکتی ہے تو وہ صرف یہ کہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ میری تحقیق غلط ہے یہ ثابت ہو جانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی رائے پر اصرار کرنا میں گناہ عظیم سمجھتا ہوں لیکن اگر قرآن و سنت میں میری رائے کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو تو پھر یہ بات میری نگاہ میں قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتی کہ فلاں معاملہ میں مسلمانوں کے جذبات نازک ہیں یا فلاں رائے کو مسلمان ناپسند کرتے ہیں، اس لئے جو کچھ حق ہے وہ نہ ظاہر کیا جائے، بلکہ وہ بات کہی جائے جو مسلمانوں کی عام خواہش کے مطابق ہو۔ بلاشبہ میں اپنی قوم سے محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں ان کی خیر خواہی کا جذبہ ان کے کسی بڑے سے بڑے خیر خواہ سے کم نہیں ہے، لیکن میں ان کی بھلائی اسی میں پاتا ہوں کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کے بجائے خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی کریں، اور میرے نزدیک اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور بدخواہی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ آدمی حق گوئی کے بجائے پبلک کی رضا جوئی کو اپنا مسلک بنائے۔ اس قسم کے بہت سے مفتی، لیڈر، مقرر اور محرر پہلے سے مسلمانوں کے پاس موجود ہیں، وہ ان کی خواہشات نفس کو تسلی دینے والی باتیں کہنے اور لکھنے کے لئے کافی ہیں۔ میں بہرحال اپنے آپ کو اس زمرے میں شامل نہیں کر سکتا مجھے قوم کی خوشنودی سے بڑھ کر خدا کی خوشنودی عزیز ہے۔ اگر قوم اس راہ پر چلنا چاہے جس میں خدا کی خوشنودی ہے تو میں اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوں ورنہ میں خدا کی خوشنودی کے پیچھے چلتا رہوں گا اور قوم کو اختیار ہے جدھر چاہے جائے۔ آپ کا یہ ارشاد بھی نظر ثانی کا محتاج ہے کہ میرا یہ طرز عمل اس مقصد کے لئے نقصان دہ ہے جس کے لئے میں جدوجہد کر رہا ہوں، یعنی اسلامی نظام حکومت کا قیام

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے یہی طرز عمل انسب اور اولیٰ ہے۔ آخر اسلامی نظام حکومت کے معنی ہی کیا ہیں اگر اس کا بنیادی اصول یہ نہ ہو کہ ملک کی داخلی سیاست اور خارجی پالیسی کے معاملہ میں اتباع صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا ہوگا نہ کہ قومی خواہشات اور دنیوی مصلحتوں کا۔ پس یہ بات عین میرے مقصد کے مطابق ہے کہ میں صرف انہی لوگوں کو اپنے ساتھ لوں اور انہی پر اعتماد کروں جو احکام خدا و رسول کے آگے جھک جانے کے لئے تیار ہوں۔ ورنہ ایسی رائے عام کی تائید میرے لئے ذرہ برابر بھی مفید نہیں ہے جو نعرہ تو اسلامی حکومت کا لگائے مگر جب اس کی خواہشات کے خلاف کوئی حکم شرعی اسے سنایا جائے تو وہ اس پر صرف چیں بجبیں ہی نہ ہو بلکہ کہنے والے پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ شروع کر دے۔

اب میں آپ کے اصل سوالات کا جواب عرض کرتا ہوں۔

میں نے جنگ کشمیر کے متعلق جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ دراصل قرآن مجید کے ایک صریح حکم پر مبنی ہے سورۂ انفال رکوع ۱۰ میں ارشاد ہوا ہے:-

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

اور جو لوگ ایمان تو لائے ہیں مگر ہجرت کر کے تمہارے پاس نہیں آئے ان کی ولایت کا کوئی تعلق تم سے نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں۔ البتہ اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر واجب ہے مگر کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو، اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اس آیت میں یہ بات بالکل صاف کر دی گئی ہے کہ اگر ہماری سرحد کے باہر کسی مسلمان آبادی پر ظلم ہو رہا ہو اور وہ ہم سے مدد مانگے تو ہم صرف ایسی صورت میں مدد کو جا سکتے ہیں جبکہ ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ ہمارے (قومی حیثیت سے) معاہدانہ تعلقات نہ ہوں لیکن اگر ظالم قوم کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہو تو ہمارا دل خواہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مصیبت پر کتنا ہی کڑھتا ہو ہم ان کی حمایت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کوئی جنگی کارروائی نہیں کر سکتے۔

رہا یہ سوال کہ اس ظالم قوم نے ہمارے ساتھ کئے ہوئے معاہدوں کی پابندی نہیں کی ہے تو ہم کیوں اس کے معاملہ میں معاہدہ کا احترام ملحوظ رکھیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے یہ سیاسی اخلاق ہمیں نہیں سکھایا ہے۔ یہ اخلاق ایک کافر قوم کے لئے زیبا ہو تو ہو مگر ایک مسلم قوم کے لئے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ ظاہر میں معاہدہ قائم ہو، دوستانہ باتیں ہو رہی ہوں اور درپردہ ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ کارروائیاں بھی جاری رہیں۔ یہ یورپ کی ملعون ڈپلومیسی ہے جسے ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ یا تو کسی قوم سے معاہدہ نہ کرو، یا اگر معاہدہ کرتے ہو تو پھر پوری ایمانداری کے ساتھ اس کی پابندی کرو۔ اور جب دیکھو کہ فریق ثانی اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اس کا معاہدہ کھلم کھلا اس کے منہ پر مار دو، پھر تم آزاد ہو کہ اس کے خلاف جو کارروائی کرنا چاہو کرو۔

وَ إِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَآءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۔ (انفال - ۸)

اور اگر کسی قوم سے تم کو خیانت کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو (یعنی اس طرح کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا اور ان کا معاہدہ باقی نہیں رہا ہے) حقیقت یہ ہے کہ اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

آپ کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ حکومتوں کے باہمی معاہدات کے باوجود ہمارے افراد اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق سرحد پار کی کسی جنگ میں رضاکارانہ حصہ لے سکتے ہیں۔ آپ اس طرز عمل کے لئے بین الاقوامی دستور کو حجت میں پیش کرتے ہیں، مگر ہمارا کام دنیا کے کسی بین الاقوامی دستور کی پیروی کرنا نہیں ہے بلکہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں صرف قرآن کے قانون کی پیروی کرنی چاہئے۔ قرآن کی رو سے ہمارے ہر ہر فرد پر ان معاہدات کی پابندی واجب ہے جو ہم نے قومی حیثیت سے کسی کے ساتھ کئے ہوں۔ اس اخلاقی ذمہ داری سے اگر ہم بری الذمہ ہو سکتے ہیں تو صرف اس صورت میں جبکہ حکومت قوم کی نمائندہ نہ رہے۔ اس وقت ہم یہ اعلان کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہم ایسی حکومت کے کئے ہوئے معاہدات کے پابند نہیں ہیں۔

آپ کا یہ بیان امر واقعہ کی حد تک بالکل درست ہے کہ کشمیر کے معاملہ میں حکومت ہند اور حکومت پاکستان کا

کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے بلکہ یہ معاملہ ان کے درمیان ایک مابہ النزاع ہے اور حکومت پاکستان انڈین یونین کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر چکی ہے لیکن اس امر واقعہ سے آپ کا یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے کہ ہم کشمیر میں جنگی کارروائی کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ دونوں کے درمیان چند معاملات میں معاہدانہ تعلق اور ایک یا دو معاملوں میں حالت جنگ کا قیام ایک ایسی متناقض بات ہے جس کا کوئی معقول آدمی تصور نہیں کر سکتا۔ معاہدانہ تعلقات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں، بہرحال اس امر کو مستلزم ہیں کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے خلاف جنگی کارروائی نہیں کریں گی۔ کسی امر میں اگر ان کے باہم نزاع ہو تو جب تک معاہدانہ تعلقات قائم ہیں، اس نزاع کو پرامن طریقہ سے ہی سلجھانے کی کوشش کی جائے گی، اور اگر وہ کسی طرح نہ سلجھ سکے تو جنگ کا فیصلہ کرنے سے پہلے ان تمام دوستانہ تعلقات کو ختم کرنا ہوگا جو ان کے درمیان قائم تھے۔ لہٰذا اگر قومی حیثیت سے ہماری یہ رائے ہے کہ کشمیر کے معاملہ کی نزاکت ہمارے لئے حد برداشت سے متجاوز ہو چکی ہے اور یہ معاملہ ہمارے لئے اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ ہمیں اس کی خاطر جنگ کرنی چاہئے تو بجائے اس کے کہ ہم اخلاقی اور شرعی حدود کو توڑ کر بے قاعدہ جنگی کارروائیاں کریں، ہم کو اپنی حکومت پر زور دینا چاہئے کہ وہ حکومت ہند کے ساتھ اپنے معاہدانہ تعلقات ختم کر کے کشمیر کے معاملہ میں کھلم کھلا فوجی مداخلت کرے۔ صرف یہی وہ سیدھا اور صاف طرز عمل ہے جو ایک مسلم قوم ہونے کی حیثیت سے ہم اپنے دین کے مطابق اختیار کر سکتے ہیں۔

آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اس موقع پر کشمیر کے معاملہ میں تمہارے اس اظہار رائے کی ضرورت ہی کیا تھی لیکن درحقیقت اس سوال کا جواب میرے ذمہ نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے ذمہ ہے جنہوں نے اصرار کر کے ایک پرائیویٹ صحبت میں مجھ سے اس مسئلے پر استفسار کیا اور پھر میرے جواب کو مسخ کر کے بلا ضرورت اخبارات میں اچھالا۔ اگر میں نے بطور خود پبلک میں کوئی بیان دیا ہوتا اور اسے شائع کرنے کی کوشش کی ہوتی تو البتہ آپ مجھ سے شکایت کر سکتے تھے۔